International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN- 2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.3, Issue.4 (2023)
(October - December)

An Academic Evaluation of the Methods and Approaches of Reflecting Upon the Quranic Verses and the Styles and Methodologies of Interpretation in 'Tafseer Tadabbur-e-Quran' and 'Tafseer Jawahir al-Quran' Regarding Matters

معاملات کے بارے میں تفسیر تدبر قرآن اور تفسیر جواہر القرآن کے اسالیب و مناہج کا علمی جائزہ

Dr. Zeeshan
Dr. Sami Ullah
Dr. Wali Zaman
Lecturer HITEC University Taxila Cantt
Lecturer Cadet College Spinkai (SWTD)
Associate Professor GDC Ghoriwala Bannu

Abstract

Tafsir Jawahir al-Quran and Tadabbur Quran" is a significant work among the renowned writings of Maulana Ghulam Allah Khan and Amin Ahsan Islahi. It holds importance as it provides a detailed interpretation and contemplation of the Quran in the manner of the early righteous predecessors. This composition is distinctive for encompassing both types of exegesis, namely exegesis based on the explicit text (Bil-Ma'thur) and exegesis based on personal reasoning (Bil-Ra'y), and offering a concise summary of previous commentaries. The composition, "Tafsir Jawahir al-Quran and Tadabbur Quran," is comprehensive and concise, providing a summary of previous commentaries in terms of comprehensiveness and conciseness. It offers detailed explanations of various aspects of Quranic verses. This work includes both types of exegesis, Bil-Ma'thur (based on the explicit text) and Bil-Ra'y (based on personal reasoning). As a result, readers gain insights into various aspects of the Quran. The scholars, Maulana Ghulam Allah Khan and Amin Ahsan Islahi, have consolidated the views of the early righteous predecessors in this work, incorporating their interpretative theories. The composition discusses jurisprudential issues, providing discussions on different jurisprudential matters in the best possible manner. The work is stylized with the statements and methodologies of theologians, shedding light on different sects and issues, thus contributing to a better understanding of Quranic interpretation. Maulana Ghulam Allah Khan and Amin Ahsan Islahi articulate the methodology and style of interpretation in the best possible way, enhancing the reader's comprehension. This research comprehensively examines the works of these two scholars from various angles, providing a nuanced analysis of their significant contributions.

Keyword- Methodologies of interpretation in 'Tafseer Tadabbur-e-Quran' and 'Tafseer Jawahir al-Quran'

تفسیر کا مفہوم

تفسیر کا اصل مادہ فسر یعنی (ف، س، ر) ہے۔ جسکا لغوی معنی ظاہر کرنا، کھول کر بیان کرنا، بے حجاب کرنا، طبیب کا قارورہ کو دیکھنے کا نام تفسیر ہے[1]۔ اظہر اللغات کے مطابق تفسیر کا لغوی معنی ہے۔ "تفسیر لغت میں قرآن کی شرح کا نام ہے۔ اسکا جمع تفاسیر آتا ہے۔ ثلاثی مجرد سے نَصَرَ اور ضَرَبَ کے ابواب سے آتا ہے[2]۔ تفسیر باب تفصیل سے مصدر ہے جسکا لازمی معنی واضح کرنا اور کھول کر بیان کرنے کے ہیں۔ قرآن پاک میں آیا ہے وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا [3]

اصطلاحی تعریف:۔

1۔علامہ زرکشی کے مطابق علم تفسیر کی تعریف: "علم یعرف بہ فھم کتاب اللہ المنزل علی نبیہ محمد ﷺ وبیان معانیہ واستخراج احکامہ وحکمہ"[2] [4]۔ابو حیان کی تعریف میں علم تفسیر کو بیان کرتی ہے کہ یہ ایک ایسا علم ہے جس میں قرآن کی الفاظ کے تلفظات کو مفہوم اور مدلل (معانی) سے نوازا جاتا ہے۔اس علم میں قرآنی الفاظ کے احکام، انفرادی و ترکیبی حالات، اوران معانی پر بحث کی جاتی ہے جو ان الفاظ کی ترکیب میں موجود ہیں۔

یہ تعریف وضاحت دیتی ہے کہ تفسیر کا مقصد الفاظ قرآن کی صحیح مفہومیت اور مدلل معانی کا تحقیقاتی اور تجزیاتی مطالعہ ہے، جس میں افرادی، ترکیبی، اور حکمتی ابعاد پر بحث کی جاتی ہے۔[5]۔"3۔علامہ محمد علی صابونی نے "التبیان" میں علم تفسیر کی تعریف کو درج ذیل طریقے سے بیان کیا ہے:

"علم تفسیر وہ علم ہے جس میں قرآن الکریم کے معانی اور اس کی ہدایتوں پر بحث کی جاتی ہے، اور یہ بحث اللہ کی مراد کو چاہتی ہے، جتنا کہ انسانی طاقت کی حد میں ممکن ہو۔"

یہ تعریف وضاحت فراہم کرتی ہے کہ علم تفسیر کا مقصد قرآن الکریم کی معانی اور ہدایتوں پر تفصیل سے بحث کرنا ہے، اور یہ بحث اللہ کی مراد کو سمجھنے کی جانب ہوتی ہے، جہاں تک انسانی طاقت کی حد میں یہ ممکن ہو سکے۔"[6]

اقسام تفسیر:۔بنیادی طور پر علم تفسیر کے دو قسمیں ہیں۔1۔تفسیر بالماثور۔2۔تفسیر بالرائے[7]

ڈاکٹر محمود احمد غازی نے محاضرات میں تفسیر کے اقسام اسی طرح بیان کئے " ابتدائی زمانہ میں تفسیر کا رجحان صرف تفسیر ماثورہ تھا۔[8] اس کے بعد تفسیر کا دوسرا رجحان تفسیر کا لغوی اور ادبی انداز تھا۔اور اسی سلسلہ کی دو اہم تفاسیر میں سے مجاز القرآن ابو عبیدہ معمر بن المثنی کا اور دوسرے معانی القرآن یحیٰ بن زیاد الفراء کا تھا۔ان تفاسیر کو تفسیر بالادب اور تفسیر باللغۃ بھی کہا جاتا ہے[9]۔تفسیر کا تیسرا رجحان تفسیر بالرائ ہے۔یعنی قرآن پاک کی تفسیر رائے بصیرت اور اجتہاد سے کیا جاتا ہے[10]۔ **تفسیر کی دوسری قسم**: تفسیر کی دوسری قسم تفسیر بالرائ ہے۔جسکا مفہوم یہ ہے کہ لفظ "الرائ" کا اطلاق اجتہاد، استنباط اور قیاس پر ہوتا ہے۔اسی وجہ سے قیاس کے قائلین کو اصحاب الرائ کے نام سے مشہور کئے گئے ہیں۔اور تفسیر بالرائ سے مراد وہ تفسیر ہے جو اجتہاد، استنباط اور قیاس کی بنا پر کیا جائے۔[11] لیکن اجتہاد اور قیاس میں تفسیر کرنا چند شرائط سے مشروط ہیں۔تفسیر بالرائ کی دو قسمیں ہیں۔1۔تفسیر بالرائ محمود۔2۔تفسیر بالرائ مذموم[12]

تفسیر بالرائ المحمود پانچ شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔1۔تفسیر کلام عرب کے مطابق ہو۔2۔کتاب اللہ کے موافق ہو۔3۔سنت کے موافق ہو۔4۔مفسرین کے عمومی شرائط کے مطابق ہو۔5۔اجماع مسائل کے خلاف نہ ہو[13]۔

تفسیر بالرائ المحمود کے اقسام:۔محاضرات قرآنی میں ڈاکٹر محمود احمد غازی نے تین گروہ کا تذکرہ کیا ہے۔ 1۔بعض متقدمین کا کہنا ہے کہ بالکل منع ہے ورنہ علم تفسیر بازیچہ اطفال بن جائے گا۔2 ۔متاخرین بعض علماء مطلقا جواز کے قائل ہیں۔3۔اکثر متقدمین اور متاخرین مذکورہ شرائط اور علوم کے ساتھ جواز اور باعث ثواب کے قائل ہیں[14]۔

تفسیر بالرائ کے اقسام:۔تفسیر بالرائ کی دو قسمیں ہیں۔1۔محمود و مقبول۔2۔مذموم و مردود

مولانا غلام اللہ خان کا حالات زندگی

ولادت: مولانا موصوف پنجاب کے ضلع اٹک کے علاقہ " چھچھ " کے گاوں "دریہ" میں 1905ء میں پیدا ہوئے[15]۔

خاندان ونسب:۔مولانا "اعوان" قوم سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کا شجرہ نسب محمد بن علی ابن ابی طالب سے جاملتا ہے۔آپ کے والد کا نام ملک فیروز خان تھا۔ملک فیروز اپنے علاقے کا ایک بڑا زمیندار بھی تھا۔آپ کے دادا کا نام ملک نواب خان تھا[16]۔

نام:۔ولادت کے وقت آپ کی دادی نے آپ کا نام " غلام خان" تجویز کیا تھا۔جو کہ ایک نیک سیرت اور با اخلاق خاتون تھی۔پھر مولانا عبد القادر رائے پوری نے آپ کے نام کے دو لفظوں یعنی غلام اور خان کے درمیان " اللہ" کا اضافہ کر کے " غلام اللہ خان" کر دیا[17]۔

لقب:۔ مولانا کا لقب" شیخ القرآن" تھا۔جو آپ کے استاد تفسیر مولانا حسین علی نے آپ کا قران کے ساتھ بے حد محبت کی وجہ سے امتیازی نوعیت کے طور پر عطا فرمایا تھا۔مولانا سمیع الحق دامت برکاتہ فرماتے ہیں۔"کہ یہ لقب اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے آپ ہی کو عطا ہوا تھا" جو کہ ایک منفرد و یگانہ لقب ہے[18]

بنیادی تعلیم:۔مولانا نے ناظرہ قرآن اپنے گاؤں کے مسجد امام سے پڑھا[8]۔آپ نے پرائمری تعلیم اپنے گاؤں کے ایک سرکاری سکول میں حاصل کیا جبکہ مڈل اور نویں جماعت تک کی تعلیم قریبی گاؤں" بہادر خان" سے حاصل کی[19]۔

دینی تعلیم: آپ کے والد مولانا کو خاندانی رسم ورواج کے ناطے آپ کو ملک بنادینا چاہتا تھا۔ مگر وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث بننا چاہتے تھے[20]

جواہر القرآن کا تعارف:۔

"جواہر القرآن" ایک معروف اور اہم تفسیر ہے جو مولانا حسین علی کی تحریرات پر مبنی ہے۔ یہ تفسیر مولانا غلام اللہ خان کے افادات کو بنیادی رکھتا ہے، جو انہوں نے اوقات درس قرآن میں شاگردوں کو دیے۔

"جواہر القرآن" کو مولانا غلام اللہ خان کے شاگرد سید احمد حسین سجاد بخاری نے مولانا کی نگرانی میں دس سال میں ترتیب دیا۔ یہ تفسیر ایک بڑے مجموعے کی صورت میں ہے اور تین درمیانی سائز جلدوں میں شائع ہوا ہے۔

اس تفسیر کا مقصد مولانا حسین علی کی تفسیر "بلغتہ الحیران" کی تشریح اور نئے انداز میں تدوین کرنا ہے۔ "بلغتہ الحیران" ان کی اہم تفسیری کتب میں سے ایک ہے جس میں قرآن کی تفصیلات کو بہترین طریقے سے بیان کیا گیا ہے۔ "جواہر القرآن" میں اس تشریح اور تدوین کو مزید تفصیلات اور مختصر نکات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

مولانا حسین علی کی تفسیریں عموماً علمی گہرائی اور تفصیلات میں معروف ہیں، اور "جواہر القرآن" اسی سلسلے کا ایک مزید اہم مظہر ہے۔[21]۔

تفسیر جواہر القرآن کے تین جلدوں کا مختصر تعارف:۔

جلد ۱:۔ یہ جلد مقدمہ اور سورۃ الفاتحہ سے لیکر سورۃ التوبہ تک قرآنی آیات کی تفسیر پر مشتمل ہے۔ **جلد۲:۔** یہ جلد سورۃ یونس سے لیکر سورۃ لقمان تک قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح پر مشتمل ہے۔ **جلد ۳:۔** سورۃ الاحزاب سے سورۃ الناس تک قرآنی آیات کی تفسیر پر مشتمل ہے

سوانح حضرت مولانا امین احسن اصلاحی

تعارف: مولانا کا اصل نام امین احسن تھا۔ اصلاحی لقب تھا۔ مولانا کے والد کا نام محمد مرتضیٰ تھا۔ انکے دادا کا نام وزیر علی تھا۔ اور حافظ قرآن بھی تھا۔ مولانا اصلاحی کا آبائی گاؤں "بمہور" جو کہ اعظم گڑھ سے چار میل کے فاصلے پر دریائے تونس کے کنارے واقع ہے۔ یہ گاؤں 1957ء سے انگریزوں کے خلاف ہر تحریک میں پیش تھا۔ مولانا اصلاحی کے آباؤ واجداد درمیانی درجہ کے کاشتکار اور زمیندار تھے[22]۔

ولادت: مولانا اصلاحی کا تاریخ پیدائش صحیح طور سے محفوظ نہیں لیکن عام کتب نے 1904ء لکھا ہے

تعلیم: مولانا اصلاحی نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں بمہور کے دو مکتبوں میں حاصیل کی۔ ایک سرکاری مکتب تھا جس میں مدرس مولوی بشیر احمد تھا اور دوسرا دینی مکتب تھا جس میں مدرس مولوی فصیح احمد تھا۔ ان دونوں مکتبوں میں مولانا اصلاحی نے ناظرہ قرآن اور فارسی کی تعلیم حاصیل کی۔ دس سال کی عمر میں ان کے والد نے ان کو مدرستہ الاصلاح میں داخل کر لیا[8]۔ ان کی قابلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے اساتذہ نے تیسرے درجے میں بٹھایا[23]۔

تفسیر تدبر قرآن کا تعارف

تدبر کا لغوی معنی "انتظام کرنا" یا "سیاست وادارہ کرنا" ہے۔ اس کا مادہ "د، ب، ر" ہے اور ثلاثی مجرد سے باب نصر ینصر سے آیا ہے۔ ثلاثی مزید سے باب تفصیل سے دبر یدبر تدبیر آتا ہے۔

تدبر کا عربی مقصود ہے کسی امر یا موضوع پر گہرائی سے سوچنا، سوچ بچار کرنا، اور اس کے متعلقہ تفصیلات پر غور کرنا۔ اس سے مراد ہے کہ شخص کسی چیز یا موقف کو چھان بینی سے دیکھتا ہے، اس کے پس منظر اور تفصیلات کو سمجھتا ہے، اور اس پر غور و فکر کرتا ہے۔

عربی مقولہ "أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ" (آیہ ۲۴:۲۴) قرآن مجید میں آیا ہے اور اس میں دیا گیا مطلب ہے: "کیا وہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟"

یہ آیہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ قرآن کو چھپی ہوئی حکمتوں اور رازوں کو سمجھنا اور ان پر غور کرنا اہم ہے۔ اس آیہ میں تدبر کو قرآن کی فہم میں اہمیت دینے کا ارادہ ہے اور لوگوں کو دعوت دی جارہی ہے کہ وہ قرآن کی تلاش وتدبر میں مصروف ہوں۔[24]۔ المنجد میں اسی طرح بیان ہوا ہے۔ دبر الامر:۔ کسی امر میں سوچ بچار کرنا یا اسکے نتیجہ پر غور کرنا[25]۔ معارف القرآن میں تدبر کا معنی ہے۔ افلایتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا [26]کیا یہ لوگ قرآن کے اعجاز اور مضامین میں غور نہیں کرتے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی

کے مطابق مذکورہ آیت کا معنی یہ ہے۔ " کہ یہ لوگ دھیان نہیں کرتے' مولانا مودودی تفہیم القرآن میں مذکورہ آیت کے ضمن میں لکھتا ہے۔یعنی یہ لوگ قرآن پاک پر غور نہیں کرتے یا غور کرنے کی کوشش تو کرتے ہیں مگر اس کی تعلیمات اور اسکی معانی و مطالب ان کے دلوں پر اثر نہیں کرتے ہیں۔کیونکہ ان کے دلوں پر قفل چڑھے ہوئے ہیں[27]

معاملات کا مفہوم:۔

معاملات جمع معاملہ کا ہے۔معاملہ باب مفاعلہ سے مصدر کا صیغہ ہے۔ثلاثی مجرد میں عمل یعمل سے سمع یسمع باب سے ہے۔جبکہ دراصل یہ ثلاثی مزید کے باب مفاعلہ سے ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے۔کہ ایک دوسرے کے ساتھ عمل کرنا اس باب میں فاعل اور مفعول دونوں برابر ہیں[28]۔اور معاملات کا مفہوم بھی یہ ہے۔کہ ہر ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ جو کردار،کاروبار اور عمل کرتا ہے۔اسکو معاملات کہا جاتا ہے۔دین اسلام کے 4 اہم ارکان ہیں۔1۔عقاید 2۔عبادات 3۔معاملات 4۔اخلاقیات[29]

معاملات کی دو قسمیں ہیں

1۔معاملہ مع الناس باعتبار الحقوق والمعاشرت 2۔معاملا مع الناس باعتبار البیع والشری

قسم اول میں نکاح،طلاق،خلع وغیرہ جبکہ دوسری قسم میں بیع اور اسکے تمام اقسام آتے ہیں۔

دونوں تفاسیر کے درمیان مخصوص مسائل میں تقابلی جائزہ

مسئلہ عدت میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ

قرآن پاک میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَن يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِن كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَٰلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا۔[30]

ترجمہ: "اور طلاق ہو چکی خواتین، خود ہی اپنی عدت گزارتی ہیں تین قرآنی حیثیتوں کے دوران، اور ان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ کے خلق کو جو ان کی رحموں میں ہے، چھپالیں، اگر یہ ایمان لائی ہوں کہ اللہ اور آخرت میں دن ہے۔اور ان کے شوہروں کے لئے، ان میں اصلاح ہے، اس معاملے میں، ان کی بھی رد د جیسا ہوتا ہے، اگر وہ صلاحیت چاہیں۔"

یہ آیت طلاق کے بعد مخصوص عدت گزارنے والی خواتین کے حقوق اور ذمہ داریوں پر بات کرتی ہے اور انہیں اپنے شوہروں کی بھلائی اور اصلاح میں مدد فراہم کرنے کی توجیہ کرتی ہے۔

اس آیت کی تفسیر جواہر القرآن میں مولانا غلام اللہ خان نے یوں کیا ہے[31]۔

"طلاق کے بعد عدت کے اعتبار سے عورت کی کئی قسمیں ہیں۔1)۔صغیرہ جو ابھی تک بالغہ نہ ہوئی ہو۔2) ۔جو عمر سے بالغہ ہوئی ہو اور ابھی تک حیض نہ آئی ہو۔ 3) ۔بڑھاپے کی وجہ سے حیض بند ہو چکی ہو۔ان کو اگر طلاق دی جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔اس کا بیان سورہ طلاق پارہ نمبر 28 میں ہے۔4) ۔حاملہ عورت اگر اسے طلاق مل جائے یا اس کا خاوند مر جائے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔اس کا بیان بھی سورۃ طلاق میں ہے۔5)۔وہ عورت جو حاملہ نہ ہو اور اس کا خاوند فوت ہو جائے۔اس کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔اس کا بیان سورۃ بقرۃ رکوع نمبر 30 میں ہے۔6) ۔وہ عورت جو حاملہ، صغیرہ اور آئسہ نہ ہو، اگر اسے طلاق مل جائے تو اس کی عدت تین حیض ہے اس آیت میں اس کی عدت کا ذکر ہے۔7)۔وہ عورت جسے خلوت صحیحہ سے پہلے ہی طلاق مل چکی ہو تو اس کی کوئی عدت نہیں۔اس کا حکم سورۃ احزاب ع 6 میں بیان کیا گیا ہے۔ "
اس کے بعد وہ لکھتا ہے کہ قروء سے حیض مراد ہے کیونکہ ثلاثہ لفظ خاص ہے۔اس پر عمل کرنا ممکن نہیں جب طلاق طہر میں واقع ہو جائے۔ حلانکہ اس پر عمل کرنا واجب ہے۔

جبکہ مولانا اصلاحی نے تدبر قران میں اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے[32]۔

" باری تعالیٰ کا اصلی مقصود اس تین حیض کی مدت سے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مطلقہ حاملہ ہے یا نہیں۔اور یہ ایک حساس مسئلہ ہے۔اس پر بہت سے احکام منحصر ہیں۔ اسی وجہ سے باری تعالیٰ نے عورت سے خطاب کر کے فرمایا کہ اگر رحم میں کوئی نطفہ محسوس کرتے ہو تو ظاہر کرو۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اس مدت میں شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر اپنی عورت سے تعلق رکھنا چاہئے تو مراجعت کریں اور یہ بہت بہتر ہے۔کیونکہ ازدواجی تعلق ٹوٹنا صرف اس صورت میں ہے جب ماحول کی خوشگواری کا کوئی امکان نہ ہو۔تیسرا مصلحت یہ ہے کہ اگر طلاق کے وقت کوئی عارضی ناراضگی ہو تو فریقین اسی مدت میں ٹھنڈے دل سے اپنے معاملے پر نظر ثانی کر کے ازدواجی تعلقات کو بحال رکھیں لیکن مراجعت میں شرط خوشگوار اور محبت کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے کا ہے۔

دونوں تفسیر کا اسلوب میں تقابلی جائزہ:۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا غلام خان نے فقہیانہ اسلوب اختیار کر کے تمام قسم کے مطلقات کی عدت بیان کی ہے۔اور ساتھ ساتھ سورتوں کے حوالے بھی دیۓ ہیں۔جبکہ مولانا اصلاحی نے ایک حکیمانہ اسلوب اختیار کر کے اس آیت میں ثلاثۃ قروء کی حکمتیں بیان کی ہیں۔

دونوں تفاسیر کا مناہج میں تقابلی جائزہ:

اس آیت کی تفسیر میں مولانا غلام اللہ خان نے منہج استقرائی اختیار کر کے عدت کے تمام جزئیات کا احصاء کیا ہے۔جبکہ مولانا اصلاحیؒ نے اس مسئلہ میں منہج استدلالی اختیار کر کے اس عدت کو دعویٰ کی حیثیت دی اور حکمتوں کو دلائل کی حیثیت سے بیان کی۔

۔سود اور ربواء میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ2

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔" الذِينَ يَاكلونَ الرِّبَا لَايَقومونَ اِلَّا كمَا يَقومُ الذِي يَتخبطهُ الشَّيطانُ مِنَ المَسِّ ذَلكَ بِاَنَّهم قَالوا اِنَّمَا البَيعُ مِثلُ الرِّبَا وَاَحَلَّ اللهُ البَيعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَهُ مَوعِظَةٌ مِن رَبِّهِ فَانتَهَى فَلَهُ مَاسَلَفَ وَاَمرُهُ اِلَى اللهِ وَمَن عَادَ فَاُولئِكَ اَصحَابُ النَّارِ هُم فِيهَا خَالِدُونَ[33]

ترجمہ: "جو لوگ ربا کھاتے ہیں، وہ اس طرح نہیں اٹھ سکتے جیسا کوئی شخص جھٹکا کھاتا ہے، یہ اس لئے کہ شیطان نے اُنہ کو بولا ہوتا ہے کہ تجارت بھی ربا کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔جس نے اپنے رب سے چیزوں کی تربیت حاصل کی ہو اور اسے اس نے تربیت سے باہر کر دیا، تو اس کے لئے جو کچھ پچھلے ہو گیا، اور اُس کا امر اللہ کی طرف ہو گا، جبکہ جو دوبارہ واپس آئے گا، تو یہ لوگ جہنمیں ہوں گے، جہاں میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔"

یہ آیت ربا کھانے والوں کو نصیحت دیتی ہے کہ اللہ نے خرید و فروخت کو حلال اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔اور جو شخص اپنے رب سے چیزیں حاصل کرتا ہے اور اُنھیں تربیت سے باہر کرتا ہے، اس کے لئے جو کچھ پچھلے ہو گیا ہو، اور اُس کا امر اللہ کی طرف ہو گا۔جبکہ جو دوبارہ ربا کھانے لگے گا، وہ لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

مولانا غلام اللہ خان نے سود اور ربوا کی تفسیر جواہر القران میں ایسا کیا ہے[34]۔

اس آیت میں باری تعالیٰ نے ان لوگوں کے زجر کا بیان فرمایا ہے جو اپنے دولت کو قرض حسنہ اور انفاق فی سبیل اللہ کے بجائے سود پر دیتے ہیں۔فرماتا ہے کہ ان کا حشر قبروں سے اس حال میں ہو گا کہ وہ مجنونوں کی طرح حواس باختہ اور دیوانہ میدان حشر کی طرف ایسے چلیں گے، جیسا کہ شیطان نے ہاتھ لگا کر دیوانہ کر دیا ہو۔

اس علامت کی وجہ سے قیامت کے دن رسوا ہو کر ہر ایک ان کو پہچانیں گے۔علامہ محمود الوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے کہ شاہد اللہ نے ان کو یہ علامت سندا اور ذلت کے طور پر دیا ہو جیسا کہ بعض نیک لوگوں کا کوئی علامت ہو گی جس سے وہ پہچانیں گے۔اب جنون ہونے کے دو سبب ہیں۔1)۔قریب 2)۔بعید: سبب قریب سود کھانا ہے اور سبب بعید مس شیطان ہے لیکن جنون کیلئے حشر میں سبب بعید ضروری نہیں۔اور سبب قریب ضروری ہے۔لیکن یہاں پر دونوں کو یکساں قرار دیا ہے۔حلانکہ دونوں کے درمیان آسمان اور زمین جیسا فرق ہے۔باری تعالیٰ فرماتا ہے۔کہ تجارت جائز اور حلال جبکہ سود ناجائز اور حرام ہے۔لیکن جب یہ آیت نازل ہو گئی تو کافر الزاما کہنے لگے کہ بیع ربوا کی طرح ہے جبکہ ربوا حرام ہے تو بیع بھی حرام ہونا چاہیے۔حالانکہ ان کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ ربوا بھی بیع کی طرح ہے۔جس طرح بیع حلال ہے ربوا بھی حلال ہے۔

جبکہ مولانا اصلاحی نے سود اور ربوا کی تفسیر تدبر قران میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔[35] "ربوا لغت میں بڑھنا اور زیادہ کے ہیں۔اصطلاح میں وہ اضافہ جو ایک قرض دینے والا مجرد مہلت کے عوض اپنے مقروض سے اپنی اصل پر وصول کرتا ہے۔یہی معنی زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں معروف تھی۔اسکی شکلیں مختلف ہوتی رہتی ہے۔لیکن دراصل حقیقت ایک ہے وہ یہ کہ قرض دینے والا قرضدار سے ایک معین شرح پر صرف اس حق کی بنا پر اپنے دیے ہوئے روپے کا منافع وصول کرے کہ اس نے ایک خاص مدت کے لیے اس کو روپے کے استعمال کی اجازت دی ہے۔اور اس مفہوم میں قرض میں غریب و نادار یا امیر و تاجدار کا کوئی فرق نہیں۔اسی طرح قرض میں تکفین و تجہیز یا

کسی رفاہی یا تجارت وزراعت ورضاعت یا انفرادی واجتماعی منصوبوں کیلئے دینے میں کوئی فرق نہیں اور جو لوگ اسمیں نرمی کرتے ہیں وہ قرآن کے اس آیت کی رو سے بالکل غلط ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے ربوامیں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

علامہ غلام اللہ خان نے اس آیت کی تشریح وتفسیر میں منطقانہ اور فلسفانہ اسلوب اختیار کیا ہے کیونکہ انھوں نے خبط کے علت کو دو چیزوں میں منحصر کیا ہے علت قریب اور علت بعید۔ کیونکہ سود کے ساتھ خبط لازم ہے۔ جبکہ شیطان کی مس سے خبط لازم نہیں۔ جبکہ مولانا اصلاحی نے تحقیقانہ اور تنقیدانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اولاً نحوی اور لغوی اور اصطلاحی تحقیق کیا اور پھر بعض لوگوں پر رد کرکے استدلال قرآن سے کیا ہے۔

منہج کے لحاظ سے ربوامیں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

مولانا غلام اللہ خان نے اس آیت کی تشریح میں منہج وصفی اختیار کرکے لکھا ہے کہ وصف خبط کی دو وجوہات ہیں۔ 1۔ سود اور ربوا کھانا۔ 2)۔ مس شیطان جبکہ مولانا اصلاحی نے اس آیت کی تفسیر میں منہج استنباطی اختیار کرکے لکھا ہے۔ کہ سود اور ربوا کا مزکورہ مفہوم زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں میں متحد ہے۔ اور تمام ترجزئیات اس مفہوم میں منحصر ہیں ۔تو اس مفہوم کی حیثیت ایک کلی جیسا ہے۔

3۔ خلع میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

باری تعالٰی کا فرمان ہے۔" الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[36] "

"طلاق دو بار ہے، پھر یا تو معروف (اہلیت کے دوران) باقی رہو یا مہر کے ساتھ خرچوں کے ساتھ رخصت دو۔ اور تمہیں یہ حق نہیں ہے کہ جو خرچ دیا ہو، اس میں سے کچھ بھی لے کر واپس نہ لو، مگر اگر دونوں خدا کی حدود سے ڈرتے ہوں، تو تم پر اس میں گناہ نہیں۔ پس اگر دونوں خدا کی حدود سے ڈرتے ہو تو، جو خرچ دیا گیا ہے، اس میں کچھ بھی لے کر واپس نہ لو، اور یہ جو خرچ دیا گیا ہے، یہ بھی تمہارے لئے ہے۔"

اس آیت میں طلاق کی مرتبہ (تعداد) پر بحث ہوتی ہے اور اس میں طلاق کے بعد خرچوں کے مسئلے پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس میں شرائط وضوابط بیان کیے گئے ہیں کہ خرچ دینے والے اور خرچ لینے والے دونوں ہی خدا کی حدود سے ڈرتے ہونے چاہئے۔ اگر دونوں اس حدود سے ڈرتے ہیں تو خرچ دینے والے کو خرچ لینے والے کے لئے کچھ معقول چیزیں دینے میں کسی طرح کی رکاوٹ نہیں ہوگی۔

مولان غلام اللہ خان نے خلع کی تفسیر جواہر القران میں ایسا کیا ہے[37]

زمانہ جاہلیت کی ایک رسم پر تفصیل سے بات کی ہے۔ ان کی تفسیر میں خلع کی صورت میں عورت کے لئے خاوند کو مال دینا اور خاوند کو اس کا لینا ہر دو جائز ہیں۔ اور خلع حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلاق بائن ہے۔ انہوں نے زمانہ جاہلیت کی ایک رسم کو بیان کرتے ہوئے اس سے منع کرنے کا اصول پیش کیا ہے۔

جو کچھ ایک شخص نے طلاق دی ہے اور اس نے اپنی بیوی کو کچھ دے چکا ہے تو اس کو یہ مال واپس نہیں لینے کا حق ہوتا ہے۔ اللہ تعالی کی حکمت کے مطابق، اگر طلاق کی صورت میں عورت کچھ دے کر خاوند سے طلاق حاصل کرتی ہے تو اس معاملے میں مال لینے کا حق ہوتا ہے۔ اس حکمت کا مقصود ہے کہ اگر زندگی اُس طرح برقرار نہیں رہ سکتی اور شرعی حدود کے مطابق حقوق زوجیت ادا کرنا ممکن نہیں ہوتا تو عورت کو اپنے حقوق کے حفاظت کے لئے اجازت دی گئی ہے۔

مولانا غلام اللہ خان نے اپنی تفسیر "جواہر القرآن" میں خلع کی صورت میں عورت کے لئے خاوند کو مال دینا اور خاوند کو اس کا لینا کو جائز قرار دیا ہے اور انہوں نے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلاق بائن ہے، جیسا کہ آپ نے بتایا۔ ان کی تفسیر میں زمانہ جاہلیت کی رسموں کو بیان کرتے ہوئے اللہ کے حکمات کی روشنی میں ان رسموں کی ناپسندیوں کو ظاہر کیا ہے۔

مولانا غلام اللہ خان نے زمانہ جاہلیت میں متداول خلع کی رسم کو متنازعہ اور ناپسند قرار دیا ہے اور اس سے متعلق شریعتی حدود واضح کیے ہیں۔ ان کی رائے کے مطابق، اگر خاوند بیوی کو تعلقات میں کشیدہ کرے اور زوجیت کے حقوق کو نہ ادا کرے تو عورت کو مختلف اقسام کی اجازتیں ہیں، جو اسے اپنے حقوق کے حفاظت میں مدد فراہم کرتی ہیں۔

یہاں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ خلع کی صورت میں عورت کے لئے خاوند کو مال دینااور خاوند کواس کا لیناہر دو جائز ہیں۔اور خلع حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک طلاق بائن ہے۔ حضرت عثمان، علی،ابن مسعود، سفیان ثوری،اوزاعی اور تابعین کی ایک جماعت سے یہی منقول ہے۔روی عن عثمان و علی وابن مسعود وجماعتہ من التابعین ھو طلاق وبہ قال مالک و الثوری والاوزاعی وابو حنیفتہ واصحابہ والشافعی فی احد قولیہ، لیکن شوافع کے نزدیک خلع طلاق نہیں بلکہ فسخ ہے۔لہٰذاان کے نزدیک ولایحل سے فیماافتدت بہ تک جملہ معترضہ ہے بیان خلع کے لئے اور فان طلقھا سے تیسری طلاق مراد ہے۔ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا یعنی احکام مذکورہ اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی حدود ہیں ان سے تجاوز مت کرو۔جو لوگ اللہ کی حدود توڑتے وہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ "

جبکہ مولانااصلاحی نے خلع کی تفسیر تدبر القران میں ان الفاظ میں کیا ہے[38]

"خلع وہ شکل ہے جب کہ بیوی کو بھی میاں سے ایسااختلاف ہو کہ صاف نظر آرہاہو کہ ازدواجی زندگی کے گزارنے کیلئے جن حدود و قیود کی نگہداشت لازمی ہے۔ان کو میاں بیوی برقرار نہیں رکھ سکتے تواس میں کوئی بات نہیں کہ بیوی کوئی مال ان کو فدیہ کے طور پر دے اور شوہر سے چھٹکارا حاصل کرلے۔شریعت کے معنوں میں اس کو خلع کہتے ہیں۔چونکہ یہ بات عورت کی طرف سے ہوتی ہے۔اس لئے مرد کواس رقم کو لینے کی اجازت ہوگئی ہے۔ "

قرآن کی اصطلاح میں خلع کے متعلق دو باتیں خاص ہیں۔

1۔ایک یہ کہ اگر میاں بیوی کے درمیان کوئی بات طے نہ ہوسکے تو لازماً خلع اور معاوضہ شرعی عدالت میں فیصلہ ہوگی۔اس کا ثبوت قران میں ہے فان خفتم الا یقیما حدود اللہ ۔۔الخ۔اس آیت میں خفتم کا خطاب اسلامی معاشرہ سے ہے۔اور معاملات و نزاعات میں معاشرے کی مداخلت عدالت ہی سے ممکن ہے۔

2۔دوسری بات یہ ہے۔کہ خلع کا مطالبہ عورت کا حق اس صورت میں ہے جب ازدواجی زندگی میں حدود اللہ کا قیام مرد کی طرف سے ممکن نہ ہو۔اور عورت کیلئے خلع کے سوا حدود اللہ قائم کرنا ناممکن ہو۔اس کا ثبوت "الا یقیما حدود اللہ" سے ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی سی لغزشوں پر خلع کا مطالبہ شرعاً جائز نہیں۔اور یہ معیار صرف عدالت ہی قائم کرسکتی ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے خلع میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

مولاناغلام اللہ خان نے اس مسئلہ میں پہلے مفسرانہ اسلوب اختیار کرکے شانزول بیان کی ہے اور اسکے بعد فقیہانہ اسلوب اختیار کرکے خلع میں ائمہ کے درمیان فقہی اختلاف بیان کیا۔لیکن کسی مسلک کو ترجیح نہیں دی۔ جبکہ مولانااصلاحی نے اس مسئلہ میں محققانہ اور تدبرانہ اسلوب اختیار کرکے خلع کی جائز صورتیں بیان کی ہیں۔

مسئلہ خلع کے منہج میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

مولاناغلام اللہ خان نے اس مسئلہ میں منہج توثیقی اور تاریخی انداز اختیار کرکے سادہ الفاظ میں مسئلہ کی وضاحت اور ہر مسلک کو خوب واضح کیا ہے۔جبکہ مولاناامین اصلاحی نے اس مسئلہ میں منہج استقرائی انداز اختیار کرکے خلع کی جائز صورتوں کا احصاء کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسکے سوا صورتوں میں خلع جائز ہوگا۔

4۔مسئلہ قصاص میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ :

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ذَٰلِكَ تَخْفِيفٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ* وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ[39]

"اے ایمان والو! تم پر قصاص لکھا گیا ہے: قتلہ کو قتلہ سے، آزاد کو آزاد سے، گلام کو گلام سے اور عورت کو عورت سے۔پھر جو شخص اپنے بھائی کے لئے کچھ تسلی دی گئی ہو تو، اچھائی اور ادائیگی کے ساتھ، اس پر عمل کرنا ہے۔یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔پھر جو شخص اس کے بعد بھی تجاوز کرے، تو اسے دردناک عذاب ہوگا۔ اور تمہیں قصاص میں حیات ہے، اے داناؤں! تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔ "

مولاناغلام اللہ خان نے قصاص کی تفسیر جواہر القران میں ایسا لکھا ہے[40]

یہودیوں کے نزدیک قتل کی سند صرف قتل تھا جبکہ نصاری کے نزدیک قتل کا ایک ہی قانون تھا جو کہ عفو و در گزر ہے۔اور عرب کے جاہلیت میں دونوں رائج تھے لیکن اسلام نے قصاص کیلئے دو قوانین مقرر کی۔

International Journal of Islamic Studies & Culture ISSN- 2709-3905
http://ijisc.com.pk/index.php/IJISC/issue/view/192 PISSN2709-3891
(Volume.3, Issue.4 (2023)
(October - December)

1. قصاص خود قاتل سے کیا جائے گا۔
2. قصاص حکومت کا نام ہے۔

احناف کا کہنا ہے۔ کہ نفس کے بدلے نفس کو قتل کرنا ہو گا خواہ وہ غلام ہو یا عورت اور ازاد ہو اور یہ اکثر صحابہ کا قول ہے۔ جبکہ امام شافعی اور دیگر کا کہنا ہے۔ کہ غلام کے بدلے آزاد کو قتل نہیں کیا جائے۔ ہاں عورت کے بدلے آزاد مرد کو قتل کیا جائے گا۔

قصاص اگرچہ بظاہر ظلم اور برا معلوم ہوتا ہے مگر صاحب عقل لوگ اسکو زندگی کا باعث سمجھتے ہیں۔ کیونکہ قصاص کے خوف سے لوگ قتال اور خونریزی سے بچ کر اپنی زندگی بچادے گی اور دوسرے لوگوں کی زندگی بھی دے گی۔ اسی طرح قابل اور مقتول کے قبیلوں میں قتل کی وجہ سے جو آگ بھڑکے گی وہ قصاص سے بجھ جائے گی اسی وجہ سے باری تعالی کا فرمان ہے کہ یہ بری چیز نہیں بلکہ یہ تمہارے زندگیوں کی ضمانت اور بیمہ ہے۔

جبکہ جبکہ مولانا اصلاحی نے قصاص کی تفسیر تدبر القران میں ان الفاظ میں بیان کیا ہے[41]

کہ اولاً قصاص کی لغوی تحقیق اور اقسام بیان کر کے لکھا ہے۔ قصاص قصص سے ہے۔ جسکا اصل معنی پیچھے، اسکے نقش قدم کے ساتھ ساتھ چلنے کے ہیں۔ و قالت لاختیہ قصیہ الیہ

قصاص کی دو قسمیں ہیں۔

1. جانی
2. مالی

یعنی دیت یا خوبیا ادا کرنا۔ کیونکہ دیت بھی قصاص کا ایک قسم ہے۔ اس آیت میں اہم بات یہ ہے قصاص حکومت وقت کی ذمداری ہے۔ کیونکہ ولکم سے خطاب اسلامی معاشرہ میں اسلامی حکومت کو ہے۔ کیونکہ اولیاء میں افراط و تفریط کا امکان زیادہ ہے۔ کبھی ایک آدمی کے بدلے کئی آدمیوں کو قتل کرتے ہیں اور کبھی اولیاء مقتول قاتل کے قصاص میں دلچسپی نہ ہو کبھی کمزور اور غربت کیوجہ سے نہ لیں سکتے ہیں۔

دوسری اہم بات کہے کہ قاتل ایک آدمی کا قاتل نہیں بلکہ حکومت وقت کا قاتل ہے۔ کیونکہ حکومت کی قانون امن کو تباہ کیا ہے۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ حکومت نے قصاص کے دونوں اقسام میں ایک قسم کو اختیار کرنے کا فیصلہ اولیاء کو دیا ہے۔ اور اسکی چند حکمتیں ہیں۔

1. قاتل کی جان پر اولیاء مقتول کی براہ راست اختیار ملنا بڑے گہرے زخموں پر پٹی کرنا ہے۔
2. اگر کوئی رحم کا پہلو سامنے آجائے تو قاتل کے خاندان پر براہ راست احسان ہو گا۔
3. دیت کی شکل میں اولیاء مقتول کو کافی مالی سہارا ملتا ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے قصاص میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

مولانا غلام اللہ خان نے اس آیت کی تفسیر میں فقیہانہ اور مورّخانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے اولاً فقہاء کے اقوال اور اسکے بعد سابقہ اقوال میں قصاص کی تاریخ بیان کیا ہے۔ جبکہ مولانا اصلاحی نے محققانہ اور مدبرانہ اسلوب اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اولاً انھوں نے لفظ قصاص اور اسکے اہم مسائل کی تحقیق کی ہے۔

منہج کے اعتبار سے قصاص میں دونوں تفاسیر کا تقابلی جائزہ:

مولانا غلام اللہ خان نے اس آیت کی تفسیر میں منہج توثیقی اور تاریخی انداز اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے قصاص میں سابقہ اقوام کے اقوال اور متقدمین فقہاء کے اقوال بیان کئے ہیں۔ جبکہ مولانا اصلاحی نے اس آیت کی تفسیر منہج استقرائی کامل کا انداز اختیار کیا ہے۔ کیونکہ انھوں نے قصاص کے لغوی، مفہومی اور مصداقی اور مصلحتی جزئیات کو بیان کیا ہے۔

خلاصۃ البحث

تفسیر جواہر القرآن اور تدبر قرآن، مولانا غلام اللہ خان اور امین احسن اصلاحی کی مشہور تصانیف میں سے ایک اہم تصنیف ہے جس میں سلف صالحین کی طرز پر قرآن کا مفصل تفسیر اور تدبر کیا گیا ہے۔ اس تصنیف کا اہمیت اس لئے ہے کہ یہ دونوں اقسام کے تفسیرات (بالماثور اور بالرائ) کو شامل کرتا ہے اور سابقہ تفسیروں کا خلاصہ فراہم کرتا ہے۔

تصنیف کی خصوصیات:

** .1 جامعیت اور مانعیت **:

تصنیف جواہر القرآن اور تدبر قرآن میں جامعیت اور مانعیت کے لحاظ سے سابقہ تفسیروں کا خلاصہ شامل ہے۔ اس میں قرآنی آیات کے مختلف پہلوؤں پر مبنی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

** .2 اقسام کے تفسیرات **:

یہ تصنیف بالماثور اور بالرائ کے دونوں اقسام کے تفسیرات کو شامل کرتا ہے۔ اس طرح، قارئین کو قرآن کے مختلف جوانب سے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

** .3 سلف صالحین کی آراء **:

تصنیف میں مولانا غلام اللہ خان اور امین احسن اصلاحی نے سلف صالحین کی آراء کو یکجا کیا ہے اور ان کے تفسیری نظریات کو مد نظر رکھا گیا ہے۔

** .4 فقہی معاملات **:

تصنیف میں معاملات کے فقہی مسائلات پر بھی بات چیت کی گئی ہے اور مختلف فقہی معاملات کو بہترین انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

** .5 علماء کلام کے آراء **:

مصرعین علماء کلام کے کلامی اقوال اور مسالک کا خصوصی طور پر رقم طراز ہے، جو قرآن کے تفسیر میں مختلف فرقہ اور مسائلات پر روشنی ڈالتا ہے۔

** .6 مناہج اور اسلوب **:

تصنیف میں مولانا غلام اللہ خان اور امین احسن اصلاحی نے تفسیر کے مناہج اور اسلوب کو بہترین انداز میں بیان کیا ہے۔

اس تحقیق میں ان دو علماء کی تصانیف کو مختلف زوایا سے جائزہ لیا ہے۔

حوالہ جات

[1] حریری، غلام، احمد۔ تاریخ تفسیر و مفسرون، ملک سنز پبلیشرز کارخانوں بازار فیصل آباد، ص۔ 41

[2] بھٹی، محمد، امین۔ اظہر اللغات، اظہر پبلیشرز، اردو بازار لاہور، ص۔ 503

[3] سورۃ الفرقان، آیت نمبر 33

[4] عثمانی، محمد تقی، علوم القرآن، مکتب دار العلوم کراچی، ایڈیشن 2003، ص 323

[5] السیوطي، عبدالرحمن بن أبي بکر، جلال الدین: الاتقان فی علوم القران، جلد دوم ص 169

[6] صابونی، محمد علی، التبیان، مکتبہ رحمانیہ اقراء سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، ص 66

[7] تاریخ تفسیر و مفسرون ص 18

[8] محاضرات قرآنی ص 235

[9] ایضاص 238

[10] ایضاص 240

[11] ایضاص280

[12] التبیان ص157

[13] محاضرات قرآنی ص243

[14] محاضرات قرآنی ص240

[15] راہی، اختر، تذکرہ علمائے پنجاب، ص412، مکتبہ رحمانی اردو بازار لاہور، 1981

[16] الیاس، محمد، میاں، "حیات شیخ القرآن" ، ناشر، مولانا محمد حسین علی اکادمی، راولپنڈی، مطبع الاشاعت اکیڈمی وپرنٹنگ ایجنسی محلہ جھنگی پشاور۔ ص26

[17] عبدالمعبود، محمد، " سوانح حیات مولانا غلام اللہ خان صاحب" ۔کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی .ص3

[18] ماہنامہ "الحق" ماہ رجب1400، دارالعلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

[19] حیات شیخ القرآن، ص26

[20] حیات شیخ القرآن، ص26

[21] حیات شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان، ص243

[22] عزمی، حسین، اختر، ڈاکٹر، مولانا امین احسن اصلاحیؒ حیات وافکار، مکتبہ نشریات اردو بازار، ص55

[23] منظور الحسن، مولانا اصلاحی سے ایک یادگار انٹرویو، صفحہ114

[24] ادارہ دائرہ معارف اسلامہ لاہور۔ج4صفحہ119

[25] المنجد صفحہ228لویس معلوف عربی اردو۔ مکتبہ خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

[26] سورہ محمد، آیت نمبر24

[27] شفیع، محمد، مفتی۔ معارف القرآن۔۔ جلد نمبر16صفحہ39مکتبہ المعارف کراچی

[28] عبداللہ۔ میزان الصرف، کلام کمپنی، ناشران، تاجرانکتب مقابل مسافرخانہ کراچی، ص19

[29] تھانوی، علی، اشرف، مولانا۔اداب المعاشرت، مکتبہ علمیہ لاہور، ص51

[30] سورۃ البقرہ آیت228

[31] خان، اللہ، غلام، مولانا۔ جواہر القرآن، کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی، ج1، ص109

---

[32] اصلاحی، احسن، امین، مولانا۔ تدبر القرآن۔ فاران فاونڈیشن لاہور، ج 1، ص 532

[33] سورۃ البقرہ آیت 229

[34] جواہر القرآن، ج 1، ص 109۔110

[35] تدبر القرآن، ج 1، ص 535

[36] سورۃ البقرہ آیت 275

[37] جواہر القرآن، ج 1، ص 133

[38] تدبر القرآن، ج 1، ص 630

[39] سورۃ البقرہ آیت 179

[40] جواہر القرآن، ج 1، ص 87۔88

[41] تدبر القرآن، ج 1، ص 431